Lesson 7: An-Nisa (Ayaat 51-70): Day 23 — سُوْرَۃُ النِّسَاء کی تفسیر

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہونگے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کا آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کروایں پھر اس آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پُورا پُورا تسلیم کرلیں۔ (٦٥)

اَب آپ دیکھیں یہاں تک جتنی بھی آیات پڑھیں تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آگئی کہ اللہ کے نبیؐ کی اطاعت کے بغیر دین کا کوئی تصوّر نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ صرف اطاعت ہی نہیں کرنی بلکہ دل کی خوشی بنانا ہے۔ دِل میں کوئی تنگی نہ ہو، دِل سے راضی ہو کر کام کرنا ہے۔ مجبوری اور زبردستی سے نہیں۔ مِّمَّا قَضَيْتَ یعنی مومن وہ ہے جو خوشی سے اطاعت کرتا ہے۔

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ذِکر بھی نہ کریں۔ پُورا پُورا مان جائیں۔

کچھ لوگ اوپر اوپر سے جی جی کرتے ہیں لیکن اندر سے راضی نہیں اور کہنے کی ہمت بھی نہیں۔ ایک مثال یہ ہے کہ کچھ داڑھی تو رکھ لیتے ہیں۔ دِل میں کڑھتے رہتے ہیں کہ کیوں رکھ لی۔ اندر سے گھٹن ہے۔

پیچھے ہم نے منافقت کی بات پڑھی کہ لوگ اوپر سے موافقت دکھاتے تھے دل میں کھوٹ تھی۔

آیت 62 میں کہہ دیا کہ منافق گھل مل کر رہنا چاہتے ہیں۔ کہ اِدھر والے بھی راضی اور اُدھر والے بھی خوش۔ لوگوں کو پتا نہ چلے کہ دین اور عقیدہ کیا ہے۔ بعض اوقات مائیں اپنے بچوں کو ایسی پارٹی

میں جانے کی اجازت دیتی ہیں جن کا اسلام سے تعلق ہی نہیں ہے۔ تا کہ بچے دوسرے مذاہب میں گھل مل جائیں۔ اسلام یہ منافقت پسند نہیں کرتا۔ ہمیں اپنی شناخت رکھنی ہے۔

دوسری خاص بات یہ کہ ہمیں اللہ کے نبیﷺ کا حکم ماننا ہے۔ چاہے دین کا معاملہ ہو یا دُنیا کا۔ بعض اوقات لوگ نماز روزے کے لئے تو سُنّت پر عمل کرتے ہیں لیکن شادی، پارٹیز، کاروبار اور تجارت، میں دنیا داری نبھاتے ہیں۔ اللہ کے نبیﷺ کا فرمان سُن کر کوئی تنگی یا محرومی بھی دل میں نہ آنے دیں۔ دل کو اطاعت پر خوشی سے راضی کریں۔

1. تمام احکامات کو اطاعت گُزاری سے سُنیں۔
2. کھلے دِل سے اپنے اوپر نافذ کرلیں۔ حکم کو عمل میں لائیں
3. اور اُس پر خوشی محسوس کریں۔

اپنی زندگی کو بدل لیں۔ انسان کو دیکھ کر پتا چلے کہ یہ کس نبیﷺ کا اُمّتی ہے۔ اب جن لوگوں کو یہ چھوٹی باتیں ہی تکلیف دیتی ہیں اگر اُن پر کوئی بڑا معاملہ ہوتا تو پھر کیا ہوتا؟ اگلی آیت دیکھتے ہیں؛

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿٦٦﴾

اور ہم اگر لوگوں پر یہ بات فرض کر دیتے کہ تم خودکشی کیا کرو یا اپنے وطن سے بے وطن ہو جایا کرو تو بجز معدودے چند لوگوں کے اس حکم کو کوئی بھی نہ بجالاتا اور اگر یہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا اور ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا۔ (٦٦)

اور ان کو دین پر عمل کرنے سے کیا ملتا؟

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٦٧﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٦٨﴾

اور اس حالت میں ہم ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتے۔(٦٧) اور ہم ان کو سیدھا رستہ بتلا دیتے۔(٦٨)

یہ تین آیات بہت خوبصورت طریقے سے اللہ سبحان و تعالیٰ نے پچھلی آیات کے جواب میں فرمائیں۔ کہ اگر اِن کو ہجرت کا حکم دیا جاتا یا ابراہیمؑ کی طرح بیٹے کی گردن پر چُھری پھیرنے کا کہا جاتا تو یہ کبھی بھی اُن پر عمل نہ کرتے۔ یہ بات نہ مانتے۔ وَلَو یعنی اگر حکم دیا جاتا۔ اللہ نے کسی شریعت میں یہ حکم نہیں دیا۔ یا پھر اپنی جان کو قتل کرنے کا حکم دیا جاتا؟ جیساکے بنی اسرائیل کو حکم ملا تھا کیونکہ انہوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔

اُمّتِ محمدیہ کو ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا اگر دیا جاتا تو نفاق والے لوگ کبھی عمل نہیں کرتے۔

بشر کی مثال دیکھ لیں جو کعب کو حکم بنانا چاہتا تھا۔ اللہ کے نبیؐ کا فیصلہ اسے منظور نہیں تھا۔ جب عمرؓ نے اُسے قتل کر دیا تو پھر یہود نے مسلمانوں کو عار دلائی اور یہ باتیں کرنی شروع کر دیں کہ دیکھو ہمارے تو بچھڑے کی پوجا پر لوگ مارے گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ مسلمانوں کو کوئی ایسا حکم نہیں دیا گیا۔

آج بھی کچھ لوگوں کو اللہ اور اُسکے رسولؐ کے احکام پسند نہیں۔ انہیں اسلام پسند نہیں۔ وہ دوسروں کے قانون اور مذہب کی تعریفیں کرتے ہیں۔ کئی لوگوں کو انگریز اور برٹش قانون پسند ہیں۔ ایسے لوگ جو اللہ کے نبیؐ کو حکم بنانا پسند نہیں کرتے وہ دین کے لئے جان کیا دینگے اور اپنے گھر کہاں چھوڑیں گے؟

ان کو دوسروں کے فتوے پسند ہیں۔ دین میں اپنی مرضی کرنا چاہتے ہیں۔

"۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر سوائے چند لوگوں کے اس حکم کو کوئی بھی نہ بجالاتا۔۔۔۔۔۔"

یہ چند لوگ کون تھے، روایت ہے کہ ابو بکرؓ نے یہ آیت سُن کر فرمایا کہ اگر مجھے یہ حکم دیا جاتا کہ دین کی خاطر جان قربان کر دو یا اپنا گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر جاؤ تو خدا کی قسم میں اپنے گھر والوں کے ساتھ وہ بھی کر گُزرتا۔

انہوں نے ہجرت تو کر لی تھی۔ اور کئی صحابہ کرامؓ نے اپنے گھر چھوڑے تھے۔ لیکن جان دینے کا حکم نہیں آیا تھا۔

اللہ کے نبیؐ نے فرمایا کہ اگر اپنی جان اللہ کی خاطر قربان کرنے، یعنی اپنے آپ کو قتل کرنے کا حکم آتا تو ابنِ اُمِّ عبد یعنی عبد اللہ بن مسعودؓ (یہ اُنکی کنیت تھی) اس بات پر ضرور عمل کرتے۔

ہجرت تو کئی صحابہ کرامؓ نے کر کے دِکھا دی اور جائدادیں اور تجارت بھی چھوڑ دیں۔ لیکن منافق کو یہ کرنا مشکل لگتا ہے۔

اگر یہ سب اطاعت کر لیتے تو کیا فائدے ہوتے؟

" اگر یہ لوگ جو کچھ ان کو نصیحت کی جاتی ہے اس پر عمل کیا کرتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا اور ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا۔(٦٦) " ان فائدوں کو سامنے رکھ کر اپنا محاسبہ کر لیں کہ جب تک مشکل حالات میں اللہ کے دین پر بندہ نہ جمے تو اُس وقت تک انسان کا ایمان مضبوط نہیں ہوتا۔

کیا ہم دین کی خاطر کوئی قربانی دے سکتے ہیں؟ مشکل حالات میں دین پر جم سکتے ہیں؟ کسی آزمائش میں پورا اُتر سکتے ہیں؟ ایسا ایمان قابلِ بھروسہ نہیں ہے کہ اچھے دنوں میں مان لیں جونہی کوئی مشکل آئی تو فوراً پلٹ جائیں۔

جنھوں نے عمل کر کے دِکھایا۔ کہ خاندان کو چھوڑ دیا اسٹیٹس اور معاشرے کی پرواہ نہیں کی۔ انہوں نے دین پر ثابت قدمی دکھادی۔

خود سوچ لیں جو آپ کے اچھے دنوں کا ساتھی ہو لیکن مشکل وقت میں چھوڑ جائے آپ کو کیسا لگے گا؟

جب ترقی ہو رہی ہوتی ہے تو ہر بندہ آپ کے ساتھ جُڑنا چاہتا ہے لیکن جو نہی حالات خراب ہوں تو اُس وقت جو لوگ ساتھ دیں وہی مخلص اور قابلِ بھروسہ ہوتے ہیں۔

جب بدر جیسی جیت ہو تو عبداللہ بن اُبی جیسے لوگ بھی ساتھ مل جاتے ہیں اور جب اُحد جیسی کیفیت ہوتی ہے تو منافق ساتھ چھوڑنے لگتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھیں کہ نتائج کچھ بھی ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ اپ نے اچھے اور بُرے دونوں وقت میں کیسا رویہ رکھا، آپ کا خوشی اور غمی میں عمل کیسا تھا۔ اللہ جو چاہے وہ کر سکتا ہے وہ صرف ہمارا اخلوص اور دین پر استقامت دیکھنا چاہتا ہے۔

تو ہمیں کیا فائدہ ہو گا؟

فتح یا شکست، کامیابی یا ناکامی۔ اِرادے کیا تھے، کام ہو سکا یا نہیں۔ آپ کی طرف سے حجّت تمام ہو گئی۔ آپ کا ایمان پختہ ہو گیا اور آپ کو اَجر بھی مل گیا۔

جب ہم کوئی کام کرتے ہیں اور نتیجہ اچھا نکلتا ہے تو کام کرنا آسان ہو جاتا ہے لیکن بعض اوقات جب نتائج اچھے نہیں ملتے تو ہم حوصلہ ہار دیتے ہیں۔ ہمیں یہ نہیں کرنا، اللہ اور رسول کی مکمل اطاعت کرتے رہیں۔ اللہ کو ہماری نیّت اور عمل سب کا علم ہے۔ صحابہ کرامؓ نتائج نہیں دیکھتے تھے۔ وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ اللہ کے نبیؐ نے مکّہ میں تیرہ سال تبلیغ کی کچھ خاص نتائج نہیں نکلے اَب ہجرت کا حکم آ گیا ہے۔ یا پھر اگر نوحؑ کو دیکھیں کہ ساڑھے نو سال سال کی تبلیغ کے بعد صرف ستر لوگوں نے اسلام

قبول کیا۔ کامیابی یہ نہیں کہ کیا فائدہ ہوا اور کتنا ہوُا۔ کامیابی یہ ہے کہ آپ نے کس قدر جانفشانی سے کام کیا اور کتنے خلوص سے کام کیا؟

اللہ کی نظروں اور اپنے آپ کی نظروں میں کامیاب بننے کے لئے ضروری ہے کہ ایمان دیکھنا ہے نتیجہ نہیں۔ حق کا ساتھ دینا ہے۔

مکّہ سے مٹھی بھر لوگ اُٹھے اور دیکھ لیں دُنیا کا نقشہ بدل گیا۔

جب لوگ ہدایت پر جم جاتے ہیں تو اللہ کی مدد آجاتی ہے۔ جب ہم آزمائش میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو اَجر بھی ملتا ہے اور دُنیا و آخرت کی کامیابی بھی۔

ہمیں یکسو ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اللہ سے کل یہی کہہ دینگے کہ یا اللہ ہم کوشش کر رہے تھے۔

" وَاَشَدَّ تَثۡبِيۡتًا ۙ " ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی مضبوط درخت زمین کے اندر تک جڑیں مضبوط کر لیتا ہے پھر اُسے کوئی آندھی طوفان نہیں ہلا سکتا۔ ہمارا ایمان ایسا ہی مضبوط ہونا چاہئیے۔

پھر ہمیں " اور اس حالت میں ہم ان کو خاص اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتے۔ (٦٧) اور ہم ان کو سیدھا رستہ بتلا دیتے۔ (٦٨) " یہ فائدے حاصل ہونگے۔

جو لوگ مشکلات میں اللہ کے نبیؐ کا ساتھ دیتے رہے اُن کے لئے خوشخبریاں ہیں۔ اور آج ہمارے لئے جو دین پر خلوصِ نیت سے جم گئے۔ اگلی آیات میں خوشخبریاں؛

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا ؕ ﴿۶۹﴾ ذٰ لِكَ الۡـفَضۡلُ مِنَ اللّٰهِ‌ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيۡمًا ﴿۷۰﴾

اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالٰی نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صُلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔ (۶۹) یہ فضل ہے اللہ تعالٰی کی جانب سے اور اللہ تعالٰی کافی جاننے والے ہیں۔ (۷۰)

بہت خوبصورت آیات ہیں۔ پچھلی آیات میں اَجرِ عظیم کا وعدہ تھا۔ اب یہاں طریقہ بتایا گیا ہے کہ یہ کیسے حاصل ہو گا۔ اب ان آیات کا شانِ نزول دیکھتے ہیں اور اپنے ایمان کا جائزہ لیتے ہیں۔

ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابی ثوبانؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ وہ مسکراتے رہتے تھے لیکن ایک دن آئے تو آپ نے دیکھا کہ سخت مغموم ہیں سبب دریافت کیا تو جواب ملا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تو صبح شام ہم لوگ آپ کی خدمت میں آ بیٹھتے ہیں دیدار بھی ہو جاتا ہے اور دو گھڑی صحبت بھی میسر ہو جاتی ہے لیکن کل قیامت کے دن تو آپ نبیوں کی اعلٰی مجلس میں ہوں گے ہم تو آپ تک پہنچ بھی نہ سکیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر انہیں یہ خوشخبری سنا دی۔ (اپنا محاسبہ کر لیں۔ ہمیں کن سے محبت ہے؟ ہم کن کی صحبت چاہتے ہیں؟)

آپ نے فرمایا) حدیث» (اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ « ہر انسان اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا تھا سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسلمان جس قدر اس حدیث سے خوش ہوئے اتنا کسی اور چیز سے خوش نہیں ہوئے۔) صحیح بخاری:3688

یا اللہ تو ہمارے دل بھی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے چاہنے والوں کی محبت سے بھر دے اور ہمارا حشر بھی انہی کے ساتھ کر دے۔ آمین

سچّے اور مخلص صحابیؓ خوشی سے اللہ کے نبیؐ کے پاس آتے تھے۔ اُن کو کوئی بھٹکا نہ سکا۔

سورۃ فاتحہ میں ہم نے پڑھا تھا، "اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَۙ" یہاں اُس کا جواب ہے۔ دن میں کئی دفعہ ہم یہ دعا کرتے ہیں'' صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ" ۔

یہاں طریقہ بتایا جارہاہے۔ کہ " وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ۔۔۔' اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرلو۔

جب ہم سنّتوں پر عمل کرنے لگتے ہیں تو کئی لوگ ہمارا ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ اللہ ہمیں بہترین صحبت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ کیا ہم بھی دُنیا اور آخرت میں اچھی صحبت چاہتے ہیں؟

اب دیکھتے ہیں کن لوگوں کا ساتھ ملے گا: یہاں اب انسانوں کے مختلف درجوں کا تذکرہ ہے۔

نمبر 1: النَّبِيّٖنَ :یہ نبی کی جمع ہے۔ انسانوں میں سب سے بہترین گروہ ہے۔ نبوت صرف اللہ عطا کرتا ہے۔ کسی کو اپنی مرضی یا کوشش سے نہیں ملتی۔ اللہ کو معلوم ہے کون بہترین لوگ ہیں جن کو یہ منصب عطا کیا گیا ہے۔ ایک لاکھ سے زیادہ نبی بھیجے گئے۔

نمبر 2: وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ : ص دق۔ نبوت کے بعد بہترین درجے کے انسان صدیق ہیں۔ مبالغے کے معنی تک۔ یعنی ایسا شخص جو بہترین درجے کا صادق ہو، اپنے اقوال، اعمال اور افعال سچّا ہو۔ قول اور فعل میں تضاد نہ ہو۔ نبوت اور صدیق میں ایک درجے کا فرق ہے۔ ہر نبی صدیق ہوتا ہے۔ لیکن ہر صدیق نبی نہیں ہوتا۔ مسلم اُمّت میں ابو بکرؓ کو یہ لقب ملا۔ وہ صدیق تھے۔ ابو بکرؓ نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔

اللہ کے نبیؐ نے فرمایا میں ہر شخص کا بدلہ دے سکتا ہوں لیکن ابو بکرؓ کا نہیں۔ روایت ہے کہ ابو بکرؓ کی شکل کا فرشتہ اللہ نے بنادیا تا کہ وہ معراج پر بھی اللہ کے نبیؐ کے ساتھ ہوں۔ حوضِ کوثر پر بھی وہ اللہ کے نبیؐ کے ساتھ ہونگے۔ (مقامِ صدیقیت پر لیکچر نور القرآن ویب سائٹ سے سُنیں)

یہ مقام باتوں سے نہیں ملتا، پوری اطاعت کرنی ہوتی ہے۔ ہجرت پر خوشی سے رو پڑے اور ساتھ چل پڑے۔

حدیثِ رسولؐ ہے؛ "سچا امانت دار، تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہو گا۔) " سنن ترمذي:1209

عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ یہاں نبیوں سے مراد اللہ کے نبیؐ اور صدیقین سے مُراد ابو بکرؓ اور شہداء سے مراد عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ ہیں۔ اور صالحین میں صحابہ کرامؓ شامل ہیں۔

مشکاۃ المصابیح باب مناقب ابو بکر رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) ان کے سامنے حضرت ابو بکر صدیق کا ذکر چھڑ گیا تو وہ (ان کی پاکیزہ وبلند قدر زندگی کو یاد کر کے) رونے لگے اور پھر بولے: مجھ کو آرزو ہے کہ کاش میری پوری زندگی کے اعمال (قدر وقیمت کے اعتبار سے) حضرت ابو بکر کے صرف اس ایک دن کے عمل کے برابر ہو جاتے جو (آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ حیات کے) دنوں میں سے ایک دن تھا۔ یا اس ایک رات کے عمل کے برابر ہو جاتے جو (آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ حیات کی) راتوں میں سے ایک رات تھی یہ ان کی اس رات کا ذکر ہے جس میں وہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سفر ہجرت پر روانہ ہوئے اور غار ثور ان کی پہلی منزل بنا تھا، جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت ابو بکر اس غار میں پر پہنچے (اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ

وسلم) نے غار میں داخل ہونا چاہا) تو حضرت ابو بکر نے کہا: اللہ کے واسطے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس غار میں ابھی داخل نہ ہوں پہلے میں اندر جاتا ہوں تاکہ اگر اس میں کوئی موذی چیز (جیسے سانپ بچھو وغیرہ) ہو اور وہ ضرر پہنچائے تو مجھ کو ضرر پہنچائے نہ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو۔ اور یہ (کہہ کر) حضرت ابو بکر (آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے غار میں داخل ہو گئے اور اس کو جھاڑ جھٹک کر صاف کیا۔ انہوں نے غار کے ایک کونے میں کئی سوراخ بھی دیکھے تھے ان میں سے بیشتر سوراخوں کو انہوں نے اپنے تہبند سے چیتھڑے پھاڑ کر بند کر دیا اور جو دو سوراخ (اس وجہ سے) باقی رہ گئے تھے (ان کو بند کرنے کے لئے تہبند کے چیتھڑوں میں سے کچھ نہیں بچا تھا) ان کے منہ میں وہ اپنے دونوں پاؤں (کی ایڑیاں) اڑا کر بیٹھ گئے (تاکہ کسی زہریلے اور موذی جانور کے نکلنے کی کوئی راہ باقی نہ رہے) پھر انہوں نے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ اب اندر تشریف لے آیئے! چنانچہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) غار میں داخل ہوئے اور اپنا سر مبارک حضرت ابو بکر کی گود میں رکھ کر سو گئے، اسی دوران ایک سوراخ کے اندر سے سانپ نے حضرت ابو بکر کے پاؤں کو کاٹ لیا لیکن (وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور) اس ڈر سے اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کی کہ کہیں رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) جاگ نہ جائیں۔ آخر (شدت تکلیف سے) ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل گئے اور رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرہ مبارک پر گرے (جس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھ کھل گئی) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (ان آنکھوں میں آنسو دیکھے تو) پوچھا: ابو بکر! یہ تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے (کسی زہریلے جانور یعنی سانپ نے) کاٹ لیا ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (یہ سن کر) اپنا مبارک لعاب دہن (ان کے پاؤں میں کاٹی ہوئی جگہ پر) ٹپکا دیا اور (تکلیف و اذیت کی) جو کیفیت ان کو محسوس ہو رہی وہ

فوراجاتی رہی۔ اسی سانپ کاوہ زہر تھاجو حضرت ابو بکر پر دوبارہ اثر انداز ہوا اور اسی کے سبب ان کی موت واقع ہوئی اور ان کاوہ دن (کہ جس کے بارے میں میری آرزو ہے کہ کاش میرے زندگی بھر کے اعمال ان کے صرف اس دن کے عمل کے برابر قرار پائیں)۔

کیاہم نے کبھی ایسی کوئی خواہش کی؟

یہ درجات صرف جھوم جھوم کر نعتیں پڑھنے سے نہیں ملیں گے۔ ہمارے عمل سے ہمارا عشق ظاہر ہو گا۔ اب وہ درجہ تو نہیں مل سکتا لیکن ہمیں کوئی شوق بھی نہیں ہے۔ ہمارے اندر وہ تڑپ ہی نہیں ہے۔ نبیؑ تو اللہ اور فرشتوں سے تعلق اور واسطہ رکھتے ہیں لیکن صدیق تو بالکل غیب پر ایمان لاتا ہے۔

نمبر 3: وَالشُّهَدَآءِ : وہ لوگ جنھوں نے شہادت دی۔ ش ھ د۔ امام رازیؒ فرماتے ہین کہ شہید وہ شخص جس کے اندر یہ جذبہ ہو کہ اللہ کے دین کی شہادت دوں یہاں تک کہ اپنی جان بھی دے دوں۔

جو دلائل اور براھین کے ساتھ اسلام کو مان جاتے ہیں۔ اُن کو مشاہدے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اللہ کی ایسی عبادت کرنے والے جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ بھی اعلیٰ درجہ ہے۔ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ جن کو اللہ کی ذات ہر طرف نظر آتی ہے۔

نمبر 4: وَالصّٰلِحِيْنَ : یہ وہ لوگ جو عقائد اور اعمال دونوں کے لحاظ سے صالح ہوں۔

ہر بندہ ڈائریکٹ جاکر خود نہیں دیکھتا۔ نبیؐ نے دیکھ لیا۔ صدیقؓ نے گواہی دی۔ شہیدؓ نے مان لیا۔ صالحین اُن کو کرتا دیکھ کر خود بھی وہی کرنے لگے۔ احسان کا درجہ۔ اللہ کو نہیں دیکھ پا رہے تو وہ تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔ صالحیت یہ کہ بندہ اس کیفیت میں رہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اللہ کے وہ نیک

بندے جو اپنے خیال، قول، اعمال، فعل، عقائد، ہر چیز میں نیک ہوتے ہیں۔ صلح جُو، خیر خواہی کرنے والے اور اللہ کے ساتھ جوڑنے والے۔

وَحَسُنَ أُولَٰٓئِكَ رَفِيقًا: کیا خوبصورت ہے؟ عربی زبان کا خوبصورت انداز ہے۔ جیسے کہتے ہیں کیا خوبصورتی ہے۔ یعنی کتنے بہترین ساتھی، کتنا خوبصورت ساتھ، کتنی اعلیٰ صحبت۔

رفیق یعنی نرم دلی دوست۔ جس دوست کی صحبت میں انسان دِلی خوشی محسوس کریں۔

ہمارے لئے عمل کا نقطہ:

ہم اللہ کے نبیؐ کو نہیں پاسکے ہمیں ایسے کام کرنے ہیں کہ ہمیں آخرت میں اُن کی رفاقت اور صحبت نصیب ہو۔ دُنیا میں بھی اچھے دوست نعمت ہیں۔ آخرت میں بہترین صحبت اللہ کا فضل ہے۔ خواہشات کرنے والے تو بہت ہیں لیکن اللہ اُن کو دے گا جو اپنے قول اور فعل میں سچّے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنتی لوگ اپنے سے بلند درجہ والے جنتیوں کو ان کے بالا خانوں میں اس طرح دیکھیں گے جیسے تم چمکتے ستارے کو مشرق یا مغرب میں دیکھتے ہو ان میں بہت کچھ فاصلہ ہو گا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یہ منزلیں تو انبیاء کرام کے لیے ہی مخصوص ہوں گی؟ کوئی اور وہاں تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان منزلوں تک وہ بھی پہنچیں گے جو اللہ پر ایمان لائے رسولوں کو سچا جانا اور مانا۔ (صحیح بخاری:3256)

صحابہ کرامؓ کی اللہ اور اللہ کے نبیؐ سے محبت کے بے شمار واقعات ہیں۔ "نبی پاکؐ سے محبت کی علامت" ایک بہترین کتاب ہے اگر آپ اُس کا مطالعہ کرنا چاہیں۔

صحیح مسلم شریف میں ہے سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا اور پانی وغیرہ لا دیا کرتا تھا ایک بار آپ نے مجھ سے فرمایا

کچھ مانگ لے میں نے کہا جنت میں میں آپ کی رفاقت کا طالب ہوں فرمایا اس کے سوا اور کچھ ؟ میں نے کہا وہی کافی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری رفاقت کے لیے میری مدد کر بکثرت سجدے کرکے ۔ (صحيح مسلم:489)

دعوں کے ساتھ نیک اعمال بھی ضروری ہیں۔

ایک دفعہ مدینہ کے صحابہ کرامؓ نے سوچا اللہ کے نبیؐ سے کہتے ہیں کہ ہمارے لئے مدینہ کے اندر ایک کنوئیں کی دعا کر دیں۔ جب وہ اللہ کے نبیؐ کے پاس آئے تو نبی پاکؐ کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ کیا کہنے والے ہیں۔ آپؐ نے مسکرا کر فرمایا! کیا دعا مانگوں۔ جو مانگو گے مل جائے گا۔ وہ خوش ہو گئے اور بولے ہمیں سوچنے کا موقع دیں۔ واپس گئے مشورہ کیا اور پھر آ کر درخواست پیش کی یا رسولؐ اللہ ہماری بخشش کی دعا فرما دیں۔ آپ نے مدینہ کے رہنے والوں کی بخشش کے لئے خاص دعا فرمائی۔ وہ بولے ہمارے بچوں کے لئے دعا کریں۔ آپؐ نے دعا فرمائی۔ وہ بولے ہمارے غلاموں کے لئے بھی۔ آپؐ نے دعا فرمائی۔

آپ یہ دیکھیں کہ اللہ کے نبیؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ بس نعتیں پڑھو عمل کی ضرورت نہیں۔ بس میلاد کروالو۔ نیکی کی ضرورت نہیں۔ بس جھوم جھوم کر درود پڑھ لو کچھ اور کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک حبشی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں جو پوچھنا ہو پوچھو۔ وہ کہتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو صورت میں رنگ میں نبوت میں اللہ عزوجل نے ہم پر فضیلت دے رکھی ہے اگر میں بھی اس چیز پر ایمان لاؤں جس پر آپ ایمان لائے ہیں اور ان احکام کو بجالاؤں جنہیں آپ بجالا رہے ہیں تو کیا جنت میں آپ کا ساتھ ملے گا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہاں اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جنتی حبشی تو ایسا گوراچٹاہوکر جنت میں جائے گا کہ تمہارا جسم ایک ہزار برس کے فاصلے سے ہی نورانیت کے ساتھ جگمگاتاہوا نظر آئے گا۔ پھر فرمایا» لا الہ الا اللہ «کہنے والے سے اللہ کا وعدہ ہے اور» سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ «کہنے والے کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اور یہ آیتیں اتریں» هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا «سے» وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا «تک۔(76-الإنسان:1-20) تو حبشی صحابی رضی اللہ عنہ کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جنت میں جن جن چیزوں کو آپ کی آنکھیں دیکھیں گی میری آنکھیں بھی دیکھ سکیں گی؟ آپ نے فرمایاہاں اس پر وہ حبشی فرط شوق میں روئے اور اس قدر روئے کہ اسی حالت میں فوت ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

اللہ کے نبیؐ کی رفاقت سب کو ملے گی لیکن عمل خوبصورت ہوں۔

مسند احمد میں ہے ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں اللہ کے لاشریک ہونے کی اور آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیتاہوں اور رمضان کے روزے رکھتاہوں تو آپ نے فرمایا جو مرتے دم تک اسی پر رہے گا وہ قیامت کے دن نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اس طرح ہو گا پھر آپ نے اپنی دو انگلیاں اٹھا کر اشارہ کر کے بتایا۔ لیکن یہ شرط ہے کہ ماں باپ کا نافرمان نہ ہو ۔

مجھے تو جنّت میں داخلے کا کوئی چور دروازہ نظر نہیں آتا۔ ایمان لانا اور نیک اعمال شرط ہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نا ناری ہے

لہٰذا جس کی ہمت بلند ہے اور وہ اوپر کے درجات حاصل کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کے لئے اعمال کرتا ہے وہ جنت فردوس میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ تو اُسے چاہیے کہ اطاعت اللہ اور اطاعتِ رسولؐ کو لازم پکڑ لیں۔